

تحفۃ المناظر



مبادیات مناظرہ، اصول حدیث، عقائد، تقلید، رفع یدین، قرأت خلف الامام
بیس تراویح، آمین بالجہر، طلاق ثلاثہ، صفات باری تعالیٰ، حاضر و ناظر،
علم غیب، نور بشر اور عید میلاد النبی پر مکمل و مدلل سیر حاصل بحث

مناظر اسلام وکیل احناف
حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

ترتیب و تخریج
مفتی ضیاء الرحمان ذاکر
سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

بیس رکعات تراویح

مسئلہ تراویح

تعیین مدعی

اس مسئلہ میں حنفیہ (شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) مدعی اور غیر مقلدین مدعا علیہ ہیں، کیوں کہ ہم بیس رکعات کے قائل ہیں اور غیر مقلدین آٹھ رکعت کے، آٹھ تک دونوں کا اتفاق ہے لیکن ہم زیادتی کو ثابت کرتے ہیں۔ "والذی یثبت أمراً زائداً فھو المدعی" لہٰذا ہم مدعی ہیں۔

نیز "المدعی من إذا تَرَكَ تُرِكَ" والی تعریف بھی ہم پر صادق آتی ہے، ہم بیس رکعات کے قائل ہیں، غیر مقلدین کی آٹھ رکعات ان بیس میں شامل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے بیس والے دعوی سے دستبردار ہو جائیں تو بحث مباحثہ ختم۔ اس کے پیشِ نظر بھی ہم مدعی ہیں اور دعویٰ لکھنا مدعی کی ذمہ داری ہے، غیر مقلدین جواب دعویٰ لکھیں گے۔

ہمارا دعویٰ

"بیس رکعات تراویح مع الجماعۃ سنّت مؤکدہ ہیں" سنت مؤکدہ کی صحیح تعریف ہمارے ہاں یہ ہے: "السنۃ المؤکدۃ ماواظب علیہ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم أو الخلفاء الراشدون". علامہ عبدالحی لکھنوی نے "تحفۃ الأخیار" میں سنت مؤکدہ کی بہت سی تعریفیں نقل کیں اور ہر ایک پر نقض وارد کیا ہے۔ آخر میں اسی تعریف کو ترجیح دی (۱)۔

جواب دعویٰ

جواب دعویٰ ان سے لکھوانا ہوگا: "آٹھ رکعات تراویح مع الجماعۃ فی جمیع رمضان مع ختم القرآن، عشاء کے بعد متصلاً عشاء ہی کے وقت میں سنت مؤکدہ ہیں"۔

لفظ "تراویح" لکھوانا ہے، قیام اللیل کے لفظ پر کفایت نہیں کرنا کیونکہ قیام اللیل الگ چیز ہے تراویح الگ، اور

(۱)(تحفۃ الأخیار فی إحیاء سنۃ سید الأبرار، القول الثانی والعشرون: ۲۷۳/٤-۲۷۵، إدارۃ القرآن).

مناظرہ کہتے ہیں: "توجه المتخاصمين في النسبة بين الشيئين" دو چیزوں کے درمیان جو نسبت ہے اس میں مدعی ۔
مدعاعلیہ کا جھگڑا ہو، ہم بیس رکعات تراویح کو ثابت کریں گے۔ اگر آپ قیام اللیل لکھتے ہیں تو پھر نسبت ہی جدا ہے۔ تو۔
مدعا تراویح سے متعلق اور آپ کا قیام اللیل سے، اختلاف کس چیز کا؟ اس لئے ان سے لفظ "تراویح" لکھوانا ہوگا۔

پھر ان سے سنت مؤکدہ کی تعریف طلب کرنی ہے، اولاً تو ان کے ہاں تعریفات وغیرہ نہیں، چند ایک نے
تعریف کی: "السنة المؤكدة ما واظب عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم" جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو۔ خود ان کے علماء علامہ نذیر حسین دہلوی، علامہ وحید الزمان اور علامہ ثناء اللہ امرتسری
نے تصریح کی اور "بخاری" و "ابوداؤد" میں بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تراویح پڑھنا صرف تین
راتوں میں ثابت ہے، تو پھر مواظبت کہاں ہے؟ سنت مؤکدہ کی تعریف تو صادق نہ آئی۔ ہماری ذکر کردہ سنت کی
تعریف کو آپ تسلیم نہیں کرتے اور جس انداز میں آپ آٹھ کے قائل ہیں اس طرح ہم ان آٹھ کو بھی نہیں مانتے۔ آپ
کو ثابت کرنا ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مع الجماعۃ، فی جمیع رمضان، مع ختم القرآن تراویح پڑھی ہیں۔
اسے تو آپ کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔ چلیں جن تین راتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی ہیں ان کی
تعداد کتنی تھی اور ان میں کون سی سورتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھیں؟ اسے ثابت کریں۔ یہ حضرات خود اس
بات کے قائل ہیں کہ ان تمام قیودات کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تراویح کا ثبوت نہیں بلکہ صحابہ سے
سے ان کا ثبوت مع القیودات ہے۔ جب باقی قیودات (مع الجماعۃ، فی جمیع رمضان، مع ختم القرآن) میں صحابہ کرام
کے قول کو مانتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تعداد رکعات کے سلسلے میں صحابہ کے قول بیس رکعات کو نہیں مانتے؟

ہم لفظ تراویح کو صحابہ کرام کے اقوال سے ثابت کریں گے۔ غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی کہ
چار رکعات کے بعد بیٹھنے کو ترویحہ کہتے ہیں، چار اور ملائیں تو ترویحتان، چار مزید ملائیں تو ترویحات، سولہ اور بیس
رکعات پر تراویح کا اطلاق ہوتا ہے۔ آپ آٹھ رکعات کے قائل ہیں تو ان پر تراویح کا اطلاق نہیں ہوگا۔ بلکہ انہیں
ترویحتان کہا جائے گا کیونکہ اسم اور مسمی میں بہرحال مناسبت ہوتی ہے۔

ہم اس بات کو ثابت کریں گے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی راتیں تراویح پڑھائیں اور تعداد
رکعات کتنی تھی۔

تراویح کی ابتداء

"عن أبی هريرة قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يرغب فى قيام رمضان من غير أن يأمرهم بعزيمة، فيقول: من قام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه، فتوفي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم والأمر على ذلك، ثم الأمر على ذلك فى خلافة أبی بكر وصدراً من خلافة عمر على ذلك"(۱).

"حضرت ابوہریرہ روای ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے لیکن تاکید کے ساتھ صحابہ کو کوئی حکم نہیں دیا کرتے تھے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اعتقاد کے ساتھ حصول ثواب کے لئے رمضان میں قیام کرتا ہے، اس کے پہلے کے گناہ صغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی اور قیام رمضان کا معاملہ اسی طرح رہا (یعنی باقاعدہ جماعت کا انتظام نہ تھا)، پھر حضرت ابوبکر کی خلافت میں بھی یہی صورت رہی اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے ابتدائی ایام میں بھی یہی معمول رہا (اس کے بعد صحابہ کی موجودگی میں حضرت عمر نے باقاعدہ جماعت کا انتظام کیا)"۔

اولاً ترغیب دی اور فضائل وغیرہ بتائے باقاعدہ جماعت کا اہتمام نہیں تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح وحی غیر متلو سے ثابت ہے:

"عن عبدالرحمن بن عوف قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إن الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه، فمن صامه وقامه إيماناً واحتساباً خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه"(۲).

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے، اور میں تمہارے لئے رمضان

---

(۱) الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب فى قيام رمضان: ۱/۲۵۹، قديمی).

(۲) وسنن النسائي، كتاب الصوم، باب ثواب من قام رمضان وصامه إيمانا واحتسابا: ۱/۳۰۸، قديمی).

کے قیام (تراویح) کو سنت قرار دیتا ہوں، پس جو شخص صحیح اعتقاد کے ساتھ حصول ثواب کے لئے روزے رکھے اور قیام رمضان کرے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جیسے وہ ماں کے پیٹ سے نکلا تھا''۔

"فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ" سے معلوم ہوا کہ صیام رمضان کا ثبوت وحی متلو سے ہے اور "وسننت لكم قيامه" سے معلوم ہورہا ہے کہ تراویح کا ثبوت وحی غیر متلو سے ہے، جب قیام رمضان وحی غیر متلو سے ثابت ہے تو یہ نص ہے کہ تراویح اور قیام اللیل الگ الگ ہیں کیونکہ قیام اللیل کا ثبوت قرآن سے ہے: ﴿ومن الليل فتهجد﴾ [بنی اسرائیل: ۷۹]۔

غیر مقلدین اس پر کہتے ہیں کہ تراویح اور قیام اللیل (تہجد) ایک ہی ہے، جب دونوں ایک ہیں تو آپ ان سے لکھوائیں کہ تراویح کا ثبوت قرآن سے ہے کیونکہ دونوں ایک ہیں اور تہجد کا ثبوت قرآن سے ہے لیکن وہ ہرگز لکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے اکابرین میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ تراویح قرآن سے ثابت ہے۔

کبھی کہتے ہیں" رمضان میں تراویح اور قیام اللیل (تہجد) ایک ہی ہیں'' تو آپ ان سے کہیں کہ یہ لکھ دے دیں۔ ''رمضان میں تراویح کا ثبوت قرآن سے ہے'' کیونکہ تہجد کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے۔ تہجد "ہجود" سے ہے، "ہجود" ترک النوم کو کہتے ہیں، رات کے آخری حصے میں نیند چھوڑ کر نماز پڑھنا، تہجد کا وقت اور ہے اور تراویح کا وقت اور، دونوں الگ الگ ہیں۔

تراویح دورِ نبوی میں

"عن عروة أن عائشة أخبرته أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خرج ليلة من جوف الليل، فصلى في المسجد وصلى رجال بصلوته، فأصبح الناس فتحدثوا، فاجتمع أكثر منهم فصلى فصلوا معه، فأصبح الناس فتحدثوا، فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة، فخرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فصلى فصلوا بصلاته، فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن أهله حتى خرج لصلوة الصبح، فلما قضى الفجر أقبل على الناس فتشهد ثم قال: أما بعد! فإنه لم يخف علي مكانكم، ولكني خشيت أن تفترض عليكم، فتعجزوا عنها، فتوفي رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم والأمر علی ذلك"(۱).

"حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے قیام رمضان کے متعلق بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگے، وہاں موجود صحابہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے، صبح کو اس بات کا چرچا ہوا، چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ لوگ جمع ہوئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی، جب صبح یہ گفتگو عام ہوئی تو تیسری رات اور زیادہ لوگ آئے اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی حتی کہ چوتھی رات اتنے لوگ آئے کہ مسجد چھوٹی پڑ گئی لیکن اس رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نہیں گئے، صرف صبح کی نماز کے لئے گئے، نماز فجر کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تشہد پڑھنے کے بعد فرمایا: تمہارا اجتماع مجھ سے مخفی نہ تھا لیکن اس کے باوجود میں صرف اس خوف کی وجہ سے نہیں آیا کہ کہیں تمہارے اس شوق کی بنا پر یہ تم پر لازم نہ ہو جائے اور تم اس سے عاجز نہ آجاؤ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات تک یہی سلسلہ رہا (کہ باقاعدہ جماعت کا انتظام نہ تھا)"۔

معاملہ عدم جماعت پر ہی رہا اور صحابہ کرام نے دوبارہ جماعت کی ہو اس کا بھی ثبوت نہیں۔ تو جس طرح فعل رسول سنت ہے اسی طرح ترک رسول بھی سنت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کو ترک کر دیا تو آپ اسے سنت مؤکدہ کیوں نہیں قرار دیتے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مزید وضاحت مذکور ہے: "عن أبی ذر قال: صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم رمضان، فلم یقم بنا شیأ من الشهر حتی بقی سبع، فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل، فلما کانت السادسة لم یقم بنا، فلما کانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر اللیل، فقلت: یا رسول اللّٰه! لو نفلتنا قیام هذه اللیلة، قال: فقال: إن الرجل إذا صلی مع الإمام حتی انصرف حسب له قیام لیلة، قال: فلما کانت الرابعة لم یقم، فلما کانت الثالثة جمع أهله ونساءه والناس، فقام حتی خشینا أن یفوتنا الفلاح، قال: قلت: ما الفلاح؟ قال: السحور ثم لم یقم بنا بقیة الشهر"(۲).

---

(۱) الصحیح للبخاری، کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان: ۱/۲۶۸، والصحیح لمسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان: ۱/۲۵۹).

(۲) سنن أبوداؤد، باب تفریع شهر رمضان، باب فی قیام شهر رمضان: ۱/۲۰۲، إمدادیه).

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان میں روزے رکھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہینے کے اکثر ایام میں ہمیں تراویح نہیں پڑھائیں، یہاں تک کہ جب سات راتیں باقی رہ گئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہائی رات تک ہمیں تراویح پڑھائی، اس سے اگلی رات کچھ نہیں کہا، جب پانچ راتیں بچ گئیں تو آدھی رات تک ہمیں تراویح پڑھائی، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کاش آج کی رات قیام اور زیادہ کرتے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص امام کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر جاتا ہے تو اس کے لئے پوری رات کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس سے اگلی رات کچھ نہیں کیا، جب تین راتیں باقی رہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں، اپنی عورتوں اور لوگوں کو جمع فرمایا اور اتنی دیر تک تراویح پڑھائی کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہیں فلاح فوت نہ ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ''فلاح کیا ہے''؟ حضرت ابوذر نے فرمایا (فلاح سے مراد) سحری کھانا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باقی دونوں میں تراویح نہیں پڑھائی''۔

اس حدیث میں مطلقاً تراویح پڑھانے کا تذکرہ ہے، تعداد کتنی تھی؟ اس کا ذکر نہیں، نیز حدیث ناطق ہے کہ اول وآخر رمضان میں تراویح نہیں پڑھائی تو آپ اسے کہاں سے ثابت کرتے ہیں؟ آپ تو جمیع رمضان میں تراویح کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں، اس لئے آٹھ رکعات مع الجماعۃ فی جمیع رمضان مع ختم القرآن ان کا ثبوت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں اور نہ ہی آپ اسے دکھا سکتے ہیں، مقیناً آپ ان کا ثبوت صحابہ کرام سے دکھائیں گے۔ جب باقی قیودات میں صحابہ کی بات مان لی تو تعداد رکعات کے سلسلے میں بھی صحابہ کی بات مان لیں اور بیس رکعات تراویح کے قائل ہو جائیں۔

☆......☆......☆......☆......☆

بیس رکعات تراویح پر روایات

۱- "عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي في رمضان
ـعين ركعة والوتر"(۱).

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:'' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے''۔

۲- "عن جابر بن عبدالله قال: خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذات ليلةٍ في
ـي، فصلى الناس أربعةً وعشرين ركعةً، وأوتر بثلاثة"(۲).

۳- "عن الحسن أن عمر بن الخطاب جمع الناس على أبي بن كعب، فكان يصلي بهم
ـعين ركعةً"(۳).

''حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے لوگوں کو ابی بن کعب کی اقتداء
پر جمع کیا، ابی بن کعب انہیں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے''۔

"سیر اعلام النبلاء" میں "عشرين ليلةً" کے ساتھ بھی یہ روایت مذکور ہے لیکن اصل روایت "عشرين
ـ ہے جیسا کہ "جامع المسانید والسنن" میں تصریح موجود ہے۔ علامہ خان بادشاہ نے "القول المبين في إثبات

ـ ابن أبي شيبة، باب كم يصلي في رمضان من ركعة؟: ۲/۱۶۶، والبيهقي، كتاب الصلاة، باب
ـي عدد ركعات قيام شهر رمضان: ۶/۶۹۸، دار الكتب العلمية).

ـ جوز جان لأبي القاسم: ۳۷۵، لم أظفر عليه).

ـ علام النبلاء: ۱/۴۰۰-۴۰۱، مؤسسة الرسالة، جامع المسانيد والسنن: ۱/۵۵، دار الفكر بيروت).

للتراويح العشرين" میں مدلل انداز میں "سیر اعلام النبلاء" میں تحریف کی نشاندہی کی ہے(۱)۔

٤- "عن یحی بن سعید أن عمر بن الخطاب أمر رجلاً یصلی بهم عشرین رکعة"(۲)۔

"یحیی بن سعید کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھاؤ"۔

٥- "عن عبد العزیز بن رفیع قال: کان أبی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث"(۳)۔

"عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ ابی بن کعب مدینہ میں رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے"۔

٦- "عن یزید بن رومان أنه قال: کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة"(٤)۔

"یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے دور خلافت میں لوگ رمضان میں تیس رکعتیں پڑھتے تھے"۔

"مؤطا امام مالک" سے ۲۳ رکعات کا ثبوت ہو رہا ہے، بیس تراویح اور تین وتر، علامہ عینی نے تیس سے استدلال کیا ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں گیارہ رکعات کا حکم دیا تھا، آٹھ تراویح اور تین وتر لیکن علامہ ابن عبدالبر گیارہ رکعات والی روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "الأغلب عندی فی إحدی عشرة رکعة الوهم ۔۔۔ یشهد بأن الروایة بإحدی عشرة رکعة وهمٌ وغلطٌ"(۵)۔

یزید بن رومان کی روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے کیوں کہ یزید بن رومان نے حضرت

---

(۱) (لم أظفر علی هذا الکتاب، ووجدت مثله فی البرهان الصحیح فی عدد الصلوة التراویح: ٥٤-٥٥)۔

(۲) (مصنف ابن أبی شیبة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة: ۲/۱٦٥، دار الکتب العلمیة)۔

(۳) (أیضاً)۔

(٤) (مؤطا إمام مالك، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی قیام رمضان: ۱/۹۸، میر محمد)۔

(۵) (الاستذکار کتاب الصلوة، باب ماجاء فی قیام رمضان: ۲/٦۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)۔

ـت عمر سے نہیں، لہٰذا یہ روایت قابلِ استدلال نہیں۔

جواب: ''مؤطا'' کی روایات کے متعلق محدثین نے تصریح کی کہ ''مؤطا'' کی ساری روایات متصل السند ہیں صرف چار روایات ایسی ہیں جو متصل السند نہیں اور یہ ان چار میں سے نہیں۔

جواب: ٢- بالفرض اگر اسے منقطع مان لیں تب بھی اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے، لہٰذا اسے مسترد کرنا درست نہیں۔

فائدہ: امام مالک کی بلاغات کے بارے میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ وہ متصل ہیں۔

''ملفوظات'' علامہ انور شاہ کشمیری میں علامہ کشمیری نے ''مؤطا'' کی ایک روایت سے استدلال کیا جس میں ٢٠ رکعات کی تصریح ہے۔

٧- "قال محمد بن كعب القرظي: كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب عشرين ركعة يطيلون فيها القيام"(١).

''محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں: حضرت عمر کے دورِ خلافت میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے اور ان میں کافی دیر قیام کرتے''۔

٨- "عن ابن أبي ذئب، عن يزيد بن خصيفة، عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة، قال: وكانوا يقرؤون بالمئين، وكانوا يتوكؤن على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه من شدة القيام"(٢).

''سائب بن یزید فرماتے ہیں: حضرت عمر کے دورِ خلافت میں لوگ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے''۔

٩- "محمد بن جعفر قال: حدثنا يزيد بن خصيفة، عن السائب بن يزيد قال: كنا نقوم في زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر"(٣).

---

(١) مختصر قيام الليل، باب عدد الركعات التي يقوم بها الإمام للناس في رمضان: ٩٥، عالم الكتب بيروت).

(٢) السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان: ٦٩٩/٦).

(٣) معرفة السنن، كتاب الصلوة، باب قيام رمضان: ٣٠٥/٢، دار الكتب العلمية).

''محمد بن جعفر بواسطہ یزید سائب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے دورِ خلافت میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے''۔

۱۰ – "عن أبي عبدالرحمن السلمي، عن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال: دعا القراء في رمضان، فأمر منهم رجلا يصلي بالناس عشرين ركعةً، قال: وكان علي رضي الله تعالیٰ عنه يوتر بهم".

''عبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو جمع کیا اور ان میں سے ایک کو کہا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کرو، (وہ قاری بیس رکعات تراویح پڑھاتا) اور حضرت علی وتر پڑھاتے تھے'' (۱)۔

۱۱ – "عن أبي الحسناء أن علياً أمر رجلاً يصلي بهم في رمضان عشرين ركعةً" (۲).

''ابو الحسناء فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرو''۔

۱۲ – "عن زيد بن وهب قال: كان عبدالله بن مسعود يصلي بنا في شهر رمضان فينصرف وعليه ليل، قال الأعمش: كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث" (۳).

''یزید بن وھب فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہمیں تراویح پڑھاتے تھے جب تراویح پڑھا کر واپس جاتے تو رات کا کچھ حصہ باقی ہوتا، اعمش کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے''۔

۱۳ – "وعن عطاء، قال: أدركت الناس وهم يصلون ثلاثاً وعشرين ركعةً بالوتر. ابن أبي شيبة، وإسناده حسن" (٤).

---

(۱) (السنن الكبرى، كتاب الصلاة، باب ماروي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان: ۲/۶۹۹)۔

(۲) (مصنف ابن أبي شيبة، باب كم يصلي في رمضان من ركعة: ۲/۱۶۵، دار الكتب العلمية).

(۳) (مختصر قيام الليل للمروزي، باب عدد الركعات: ۹۵، عالم الكتب بيروت).

(٤) (آثار السنن، باب في التراويح بعشرين ركعات: ۲۵۳، إمداديه).

"عطاء فرماتے ہیں میں لوگوں کو وتر سمیت تئیس رکعت پڑھتے ہی پایا"۔

۱٤– "وعن نافع، عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنه قال: کان ابن أبی منکیة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعةً، رواہ أبوبکر بن أبی شیبة، وإسنادہ صحیح"(۱).

"ابوالخطیب فرماتے ہیں کہ سوید بن غفلۃ ہمیں رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے"۔

بیس رکعات تراویح اجماعی مسئلہ ہے

کسی مسئلہ کے متعلق یہ بحث کرنا کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے یا نہیں؟ اس کی تعیین ماہرین فن کریں گے، ماہرین فن نے تصریح کے بعد اس کی سند طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ "إمعان النظر" میں قاعدہ ہے: "الاجماع لایحتاج فی ثباته إلی السند"۔ ورنہ تو پھر قرآن کریم کی ایک ایک آیت کی سند دکھانی ہوگی۔ اجماع اور جمہور کی مخالفت کرنے والا قابل تعزیر قرار پاتا ہے۔ تراویح کے مسئلے میں بھی محققین نے تصریح کی کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے، مزید یہ کہ علامہ داؤد ظاہری بھی اس اجماعی مسئلے میں ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

۱– علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: "روی مالك عن یزید بن رومان قال: کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلاث وعشرین رکعةً، وعن علی أنه أمر رجلاً یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعةً، وهذا کالإجماع"(۲).

"امام مالک نے یزید بن رومان سے حدیث نقل کی ہے کہ لوگ حضرت عمر کے دورِ خلافت میں رمضان میں تئیس رکعات پڑھتے تھے اور حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا، یہ اجماع کی طرح ہے"۔

یہ اجماع سکوتی ہے۔

۲– علامہ قسطلانی شافعی فرماتے ہیں: "وقد عدوا ماوقع فی زمن عمر کالإجماع"(۳).

---

(۱) آثار السنن، باب فی التراویح بعشرین رکعات: ۲۵۳–۲۵٤، إمدادیه).

(۲) المغنی لابن قدامه، صلاۃ التراویح، مسألة: ۱۰۹۵: ۱/۸۳٤، دار الفکر).

(۳) إرشاد الساری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل فی قیام رمضان: ٤/۵۷۸، دار الکتب العلمیة).

"علماء نے حضرت عمر کے دور خلافت میں تراویح باقاعدہ بیس رکعات جماعت کے ساتھ کو اجماعی مسئلہ کی طرح شمار کیا ہے"۔

۳- ملا علی قاری فرماتے ہیں: "اجمع الصحابة على أن التراويح عشرون ركعة"(۱).

"صحابہ کا اس بات پر اجماع ہوا کہ تراویح بیس رکعات ہیں"۔

۴- "شرح النقایہ" میں فرماتے ہیں: "فصار إجماعاً لماروى البيهقي باسناد صحيح أنهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة، وعلى عهد عثمان وعلي"(۲).

۵- قال العلامة السيد محمد مرتضى الزبيدى الحنفى: "وبالإجماع الذى وقع فى زمن عمر أخذ أبو حنيفة والثورى والشافعى وأحمد والجمهور، واختاره ابن عبدالبر الأندلسى"(۳).

"حضرت عمر کے دور خلافت میں رکعات تراویح (بیس رکعات) پر ہونے والے اجماع کو امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد اور جمہور نے لیا ہے، اور ابن عبدالبر اندلسی مالکی نے بھی اسے مختار قرار دیا"۔

۶- علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: "وقدروى مالك عن يزيد بن رومان قال: كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب فى رمضان بثلاث وعشرين ركعةً، وهذا كله يشهد بأن الرواية بإحدى عشرة ركعةً وهم وغلط، وأن الصحيح ثلاث وعشرون ......وقدروى أبو شيبه -واسمه إبراهيم بن عثمان- عن الحكم عن ابن عباس: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر، وليس أبو شيبة عندهم بالقوى، ذكره ابن أبى شيبة عن ابن زيد عن أبى شيبة عن إبراهيم بن عثمان، وروى عشرون ركعة عن على وشُتَير بن شكل وابن أبى مليكة والحارث الهمدانى وابن البخترى، وهو قول جمهور العلماء، وبه قال الكوفيون والشافعى وأكثر الفقهاء، وهو الصحيح عن أبى بن كعب من غير خلاف من الصحابة ......وقال عطاء: أدركت الناس وهم يصلون ثلاث وعشرين ركعة بالوتر ...... وقال الثورى وأبو حنيفة والشافعى وأحمد

(۱) (مرقاة المفاتيح، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث: ۳/۳۷۲، رشيديه).

(۲) (شرح النقايه، فصل فى الوتر والنوافل: ۱/۱۰۴، مكتبه إعزازيه ديوبند).

(۳) (اتحاف السادة المتقين، كتاب أسرار الصلاة ومهماتها، الباب السابع: ۳/۷۰۳، دار الكتب العلميه).

علیؤ: قیام رمضان عشرون رکعة سوی الوتر ، لایقام بأکثر منها استحباباً، وذکر عن وکیع عن حسن بن صالح عن عبد بن قیس عن أبی الحسین عن علی أنه أمر رجلاً یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة، وهذا هو الاختیار عندنا وباللّٰه توفیقنا"(۱).

"امام مالک یزید بن رومان سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر کے دورِ خلافت میں رمضان میں تئیس رکعات پڑھتے تھے، یہ تمام باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ گیارہ رکعات والی روایت میں راوی کو وہم ہوا اور وہ غلط ہے، صحیح روایت تئیس رکعات والی ہے............ابوشیبہ ابراہیم بن عُثیہ بن عثمان بواسطہ حکم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے لیکن ابوشیبہ مضبوط راوی نہیں اس روایت کو ابن ابی شیبہ اس سند سے بیان کرتے ہیں: ابن أبي شیبہ ابن رومان نے وہ ابوشیبہ سے اور ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان سے۔

بیس رکعات حضرت علی، شُتیر بن شکل، ابن ابی ملیکہ، حارث ہمدانی اور ابن بختری سے منقول ہیں، جمہور علماء کا قول بھی یہی ہے، اہل کوفہ، امام شافعی اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے اور یہی تعداد بغیر اختلاف کے صحیح سند سے ابی بن کعب سے ثابت ہے...... عطاء فرماتے ہیں: میں لوگوں کو وتر سمیت تئیس رکعات پڑھتے ہی پایا..... سفیان ثوری، ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن داؤد فرماتے ہیں: تراویح کی رکعات وتر کے علاوہ بیس رکعات ہیں اس سے زیادہ مستحب نہیں۔ وکیع اپنی سند سے حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا، ہمارے نزدیک یہی قول پسندیدہ ہے، اور ہم اللہ سے بھی راہِ راست کی ہدایت کی توفیق طلب کرتے ہیں"۔

"تمہید" میں فرماتے ہیں: "اختلف العلماء فی عدد قیام رمضان، فقال مالك: تسع وثلاثون هتة، ست وثلاثون، والوتر ثلاث، وزعم أنه الأمر القدیم، وقال الثوری وأبوحنیفة والشافعی وداؤد ومن تبعهم: عشرون رکعة بالوتر، لایقام بأکثر منها استحباباً، واحتجوا بحدیث سائب بن یزید:

---

(۱) الاستذکار، کتاب الصلوة، باب ماجاء فی قیام رمضان: ۲/۶۹-۷۰، إحیاء التراث العربی).

أنهم كانوا يقومون في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة"(١).

"رکعات تراویح کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں: وتر سمیت انتالیس رکعات ہیں، چھتیس تراویح اور تین وتر امام مالک اسی کو امر قدیم سمجھتے ہیں۔ سفیان ثوری، ابوحنیفہ، شافعی، داؤد اور ان کے پیروکار فرماتے ہیں کہ: تراویح بیس رکعات ہیں، ان سے زیادہ مستحب نہیں، بطور دلیل سائب بن یزید کی روایت پیش کرتے ہیں کہ: "حضرت عمر کے دور خلافت میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے"۔

مذکورہ عبارات بیس رکعات تراویح کے مجمع علیہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں، آپ آٹھ رکعات کے قائل ہیں۔ اس پر کم از کم ایک ضعیف وکمزور اجماع ہی دکھاویں۔

اب مزید عبارات ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "كما أن نفس قيام رمضان لم يوقت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيه عدداً معينا بل كان هو لايزيد في رمضان ولا غيره على ثلاث عشرة ركعة لكن كان يطيل الركعات، فلما جمعهم عمر على أبي بن كعب كان يصلي بهم عشرين ركعةً ثم يوتر بثلاث"(٢).

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح کے سلسلے میں کسی خاص تعداد کی تعیین نہیں فرمائی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا معمول تیرہ رکعات کا تھا، رمضان ہو یا غیر رمضان، آپ اس سے زائد نہیں پڑھتے تھے، جب حضرت عمر نے لوگوں کو ابی بن کعب کی اقتداء پر جمع کیا تو ابی ابن کعب انہیں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے"۔

روایت میں "ثلاث عشرة" کا لفظ آیا ہے، اس صورت میں دس تراویح اور تین وتر ہو جائیں گے آپ اس کی کیا تاویل کریں گے؟ پھر یہ کہ اگر گیارہ رکعات کے بارے میں کہیں کہ ان گیارہ میں سے نو تو تراویح ہیں تو پھر بھی علامہ ابن تیمیہ آپ کے مخالف ہیں۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والمعروف القيام بعشرين ركعة في رمضان عن عمر

---

(١) (التمهيد، باب الميم، محمد بن شهاب الزهري: ٥١٨/٣، دار الكتب العلمية).

(٢) (مجموعة الفتاوى: ١٦٤/٢٢، مكتبة العبيكان).

وعلي، وقال عطاء: أدركت الناس يصلون ثلاثة وعشرين ركعة، الوتر منها ثلاث"(۱).

"بیس رکعات تراویح کا ثبوت حضرت عمر اور حضرت علی سے بھی ہے، عطاء فرماتے ہیں: میں لوگوں کو تیئیس رکعات پڑھتے ہوئے ہی پایا، ان میں سے تین رکعات وتر ہیں"۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: "وقيام شهر رمضان عشرون ركعةً وهي سنة مؤكدة، وأول من سنّها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم"(۲).

امام احمد کی طرف منسوب ہے کہ وہ بیس رکعات کے قائل نہیں۔ یہ بات صرف انتساب کی حد تک ہے، ورنہ حنابلہ کا قول محقق یہی ہے کہ امام احمد بن حنبل بھی بیس رکعات کے قائل ہیں: "والمختار عند أبي عبدالله رحمه الله فيها عشرون ركعةً، وبهذا قال الثوري وأبو حنيفة والشافعي، وقال مالك: ستة وثلاثون"(۳).

"امام احمد اللہ کے نزدیک بھی تراویح میں پسندیدہ قول بیس رکعات والا ہے، سفیان ثوری، ابوحنیفہ، شافعی کا بھی یہی قول ہے، امام مالک فرماتے ہیں: تراویح چھتیس رکعات ہیں"۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مذهبنا أنها عشرون ركعة بعشر تسليمات غير الوتر، وذلك خمس ترويحات، والترويحة أربع ركعات بتسليمتين هذا مذهبنا وبه قال أبو حنيفة وأصحابه وأحمد وداؤد وغيرهم، ونقله القاضي عياض عن جمهور العلماء"(٤).

"ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح علاوہ وتر کے بیس رکعات دس سلاموں کے ساتھ ہے، یہ پانچ ترویحے ہیں، ہر ترویحہ چار رکعت اور دو سلاموں پر مشتمل ہے، یہ ہمارا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، احمد، داؤد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے، قاضی عیاض نے اسے جمہور علماء سے نقل کیا"۔

---

(۱) (شرح البخاري لابن بطال، باب قيام الرسول بالليل في رمضان وغيره: ۱٤۱/۳، مكتبة الرشد).

(۲) (المغني، صلاة التراويح: ۱/۸۳۳، دار الفكر).

(۳) (المغني لابن قدامه، صلوة التراويح: ۱/۸۳٤، دار الفكر).

(٤) (شرح المهذب، باب صلوة التطوع: ٤/۳۸، دار الفكر).

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صلوة التراويح سنة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهي عشرون ركعة" (۱).

"تراویح سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ان کی تعداد بیس رکعات ہے"۔

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "واختلفوا في المختار في عدد الركعات التي يقوم بها الناس في رمضان، فاختار مالك في أحد قوليه وأبو حنيفة والشافعي وأحمد وداؤد القيام بعشرين ركعة سوى الوتر" (۲).

"رمضان میں تراویح کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے، امام مالک کا ایک قول، امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور داؤد ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ تراویح علاوہ وتر بیس رکعات ہیں"۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قد ثبت أن أبي بن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة في رمضان ويوتر بثلاث، ورأى كثير من العلماء أن ذلك هو سنة؛ لأنه قام بين المهاجرين والأنصار ولم ينكره منكر" (۳).

"یہ بات طے شدہ ہے کہ ابی بن کعب رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے، اکثر علماء اسی کو سنت سمجھتے ہیں کیونکہ یہ بات مہاجرین وانصار کی موجودگی میں پیش آئی اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی"۔

صحابہ میں بیس رکعات کا کوئی منکر نہیں، تو اب ۱۴۰۰ سال بعد غیر مقلدین اس کا انکار کریں تو ان کے قول کا کیا اعتبار؟

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "التراويح وهي عشرون ركعة وكيفيتها مشهورة وهي سنة مؤكدة" (٤).

(۱) (غنية الطالبين: ۲/ ۲۳، ۲۸، قديمي).

(۲) (بداية المجتهد، كتاب الصلوة، الباب الخامس في قيام رمضان: ۲/ ٤٦٠، عباس أحمد الباز).

(۳) (مجموعة الفتاوى: ۲۳/ ٦٨، مكتبة العبيكان).

(٤) (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الصلوة، الباب السابع: ۱/ ۲۸۳، رشيديه).

”تراویح بیس رکعات ہیں اوران کی کیفیت مشہور ہے، تراویح سنت مؤکدہ ہے“۔

”کتاب الآثار“ میں امام ابو یوسف، ابراہیم نخعی کا قول نقل کرتے ہیں: ”عن إبراهيم النخعي أن الناس كانوا يصلون خمس ترويحات في رمضان“(۱).

”ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ لوگ رمضان میں پانچ ترویحے (بیس رکعات) پڑھتے تھے“۔

ابراھیم نخعی کے متعلق کلام کرنے کی گنجائش نہیں، نہ ہی امام ابوحنیفہ کے بارے میں جرح کرنے کی گنجائش ہے، اس لئے کہ ان کی امامت وعدالت بالاتفاق ثابت ہے، مزید یہ کہ ابوحنیفہ عن ابراہیم کی سند میں کوئی کلام نہیں۔ جب یہ سند کلام سے خالی ہے تو اگر بعد میں کوئی کذاب راوی آجائے تو اس سے امام ابوحنیفہ کے اجتہاد پر کوئی فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی امام صاحب کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرانا درست ہے کہ انہوں نے ضعیف حدیث سے کیسے استدلال کیا؟

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”إن مجموع عشرين ركعة في التراويح سنة مؤكدة؛ لأنه مما واظب عليه الخلفاء، وإن لم يواظب عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وقد سبق أن سنة الخلفاء أيضاً لازم الاتباع وتاركها آثم، وإن كان إثمه دون إثم تارك السنة النبوية، فمن اكتفى على ثمان ركعات يكون مسيئاً لتركه سنة الخلفاء، وإن شئت ترتيبه على سبيل القياس فقل: عشرون ركعة في التراويح مما واظب عليه الخلفاء الراشدون، وكل ما واظب عليه الخلفاء الراشدون فهو سنة مؤكدة، والتراويح عشرون ركعة سنة مؤكدة، ينتج عشرون ركعة في التراويح سنة مؤكدة ثم نضمه مع أن كل سنة مؤكدة يأثم تاركها، فالعشرون ركعة يأثم تاركها، ومقدمات هذا القياس قد ثبتناها بالدلائل“(۲).

”بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے، اس لئے کہ اس پر صحابہ کرام نے مواظبت کی ہے اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مواظبت نہیں فرمائی اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی لازم الاتباع ہے اور اسے چھوڑنے والا گناہ گار ہے۔ اگرچہ سنت

---

(۱) (كتاب الآثار لأبي يوسف: ٤١، دار الكتب العلمية).

(۲) (تحفة الأخيار: ۳۰۸، إدارة القرآن).

خلفاء کے چھوڑنے کا گناہ سنت نبویہ کے چھوڑنے کے گناہ سے کم ہے، اور جو آٹھ رکعات تراویح پر اکتفاء کرتا ہے وہ خلفاء راشدین کی سنت کا تارک ہونے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا"۔

بیس رکعات تراویح کا اثبات بطریقہ قیاس اقترانی

علامہ لکھنوی نے تراویح بیس رکعات ہونے کو قیاس اقترانی سے ثابت کیا مثلاً دعوی ہے "التراویح عشرون ركعةً".

صغری دلیل "لأنه مما واظب عليه الخلفاء الراشدون". اور اس میں کوئی کلام نہیں۔

دلیل کا کبری "وكل ما واظب عليه الخلفاء الراشدون فهو سنة مؤكدة" کبری کی دلیل: عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين ہے کیونکہ "علی" لزوم کے لئے آتا ہے اور اس کا عامل "الزموا" ہوتا ہے۔ صغری و کبری دونوں مسلم ہیں، لہٰذا حد اوسط کو حذف کیا تو نتیجہ نکلا التراويح عشرون ركعة سنة مؤكدة. اب آپ اس نتیجے کو صغری بنائیں اور کبری ہے تو كل سنة مؤكدة يأثم تاركها نتیجہ التراويح عشرون ركعة يأثم تاركها کی صورت میں ہوگا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأكثر أهل العلم على ما روي عن علي وعمر وغيرهما من أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عشرين ركعةً، وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك والشافعي، وقال الشافعي: هكذا أدركت ببلدنا المكة يصلون عشرين ركعةً"(۱).

> "صحابہ کرام میں سے اکثر اہل علم حضرات کی رائے ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں جیسا کہ حضرت عمر و حضرت علی اور دیگر حضرات سے مروی ہے، سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: میں نے مکہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھتے ہوئے ہی پایا"۔

امام مالک چھتیس رکعت تراویح کے قائل کیوں تھے؟ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہیں: "قال بعض أهل العلم: إنما فعل هذا أهل المدينة؛ لأنهم أرادوا مساواة أهل مكة؛ فإن أهل مكة يطوفون سبعاً بين كل ترويحين، فجعل أهل المدينة مكان كل سبع أربع ركعات"(۲).

---

(۱) (جامع الترمذي، كتاب الصيام، باب ماجاء في قيام شهر رمضان: ۱/۱۶۶، سعيد).

(۲) (المغني، صلوة التراويح: ۱/۸۳۵، دار الفكر).

پھر امام مالک پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لو ثبت أن أهل المدينة كلهم فعلوه لكان مافعله عمر وأجمع عليه الصحابة في عصره أولى بالاتباع"(۱).

"فرماتے ہیں دراصل امام مالک بھی بیس رکعات کے قائل تھے، لیکن اہل مکہ ہر چار رکعات کے بعد طواف کرتے تھے اور مدینہ والوں کو طواف کی فضیلت میسر نہیں تھی، لہٰذا انہوں نے اہل مکہ کے ساتھ مساوات کی غرض سے ہر ترویحہ کے بعد چار نوافل کا اہتمام شروع کیا، اسی لئے ان کے ہاں تعداد چھتیس ہوگئی۔ فرماتے ہیں: بالفرض اگر ثابت ہو جائے کہ اہل مدینہ سب کے سب چھتیس رکعات پڑھتے تھے تب بھی قابل اتباع عمل وہی قرار پائے گا جو حضرت عمر سے منقول ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہو چکا ہے"۔

امام شافعی اہل مدینہ کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ چھتیس رکعات پڑھ سکتے ہیں۔ "وقال القاضي أبو الطيب في تعليقه، قال الشافعي: فأما غير أهل المدينة فلا يجوز أن يماروا أهل مكة ولا ينافسوهم"(۲).

قاضی ابو الطیب اپنی "تعلیق" میں فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا: "اہل مدینہ کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اہل مکہ کا مقابلہ کریں اور ان کے ساتھ حرص کریں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ چھتیس رکعات پڑھنا اہل مدینہ کی خصوصیت ہے کیونکہ اہل مدینہ نے طواف کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ہر ترویحے کے بعد چار نوافل کا اضافہ کیا (اور اہل مدینہ کو اجازت ہے کہ وہ اہل مکہ کے ساتھ مقابلہ کریں اور نیکی و ثواب میں حرص کریں۔ وفي ذلك فليتنافس المتنافسون. اہل مدینہ کے علاوہ کسی کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وزادت الصحابة ومن بعدهم في قيام رمضان ثلاثة أشياء: الاجتماع له في مساجدهم، وأداءه في أول الليل مع القول بأن صلوة اخر الليل مشهودة وهي أفضل كما نبه عمر لهذا التيسير الذي أشرنا إليه، وعدده وهو عشرون ركعة"(۳).

---

(۱) [ملخصاً]

(۲) شرح المهذب، باب صلاة التطوع : ۳۹/٤، دار الفكر).

(۳) حجة الله البالغة، الصحابة في رمضان : ۲/٤٦، قديمي).

"قیام رمضان میں صحابہ وتابعین نے تین چیزوں کا اضافہ فرمایا: تراویح کے لئے مساجد میں اجتماع، باوجودیکہ رات کے آخری حصے میں نماز افضل ہے اول وقت میں تراویح ادا کرنا، تراویح کی تعداد بیس رکعات مقرر کرنا"۔

ان کے علاوہ ختم قرآن اور جمیع رمضان تراویح پڑھنا یہ سب چیزیں صحابہ سے ثابت ہیں، جب ان اشیاء (اجتماع فی المسجد، اول لیل، ختم قرآن، جمیع القرآن) میں صحابہ کی بات کو آپ تسلیم کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تعداد رکعات کے سلسلے میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہے: "ما واظب علیه النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم أو الخلفاء الراشدون"۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین مواظبت کریں وہ سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی روایات میں اگرچہ بیس رکعات کا تذکرہ ہے لیکن صحیح روایات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعداد رکعات کا ثبوت مشکل ہے۔ خاص کر جب اس میں مزید قیودات (جمیع رمضان، مع الجماعۃ، مع ختم القرآن وغیرہ) بھی ہوں، ہم ان چیزوں کو سنت خلفاء سے ثابت کرتے ہیں۔

باقی سنت سنت میں فرق ضرور ہوگا، جو درجہ سنت نبوی کا ہے ظاہر ہے کہ سنت صحابہ کا وہ درجہ نہیں ہوگا۔ جس طرح فرض دون فرض، واجب دون واجب ہے اسی طرح سنة دون سنة کہلائے گا، مثلاً فجر کی دو رکعت سنت ظہر کی چار، مغرب کی دو، عشاء کی بھی دو، لیکن ان میں جو درجہ فجر کی دو سنتوں کا ہے وہ باقی سنتوں کا نہیں۔ اس لئے اگر یہ بات کو تسلیم کرلیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف آٹھ رکعات کا ثبوت ہے تو بارہ رکعات کا ثبوت صحابہ سے بھی ہے۔ جس طرح وہ آٹھ سنت مؤکدہ ہیں اسی طرح یہ بارہ بھی سنت مؤکدہ ہیں، فرق صرف اتنا ہوگا کہ آٹھ کا مرتبہ الگ اور بارہ کا الگ ہوگا۔ کیونکہ بارہ بھی ثابت ہیں۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین، علی برائے لزوم۔

لہٰذا جو حکم سنت نبوی کا ہے وہی حکم سنت صحابہ کا بھی ہے، آٹھ کو آپ سنت مؤکدہ قرار دیں اور بارہ کو پشت ڈال دیں یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔

کہتے ہیں کہ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين، سنتی سے تو سنت دینیہ مراد ہے اور دوسری سنت سے سنت سیاسیہ مراد ہے کہ امور سیاسیہ میں صحابہ کرام کی اتباع کی جائے۔ اس سے بڑھ کر احادیث میں اور کیا تحریف ہو سکتی ہے، صراحتاً دیگر احادیث میں فاقتدوا، اتبعوا کے الفاظ موجود ہیں، پھر بھی سنت سے سنت دینیہ کے بجائے سیاسیہ مراد لیتے ہیں۔

فائدہ: مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے "تنقيح التنقيد في إثبات التقليد" میں لکھا ہے کہ غیر مقلدین میں سے جو تبرا باز (ائمہ کو برا بھلا کہنے والے) ہیں وہ اہل سنت میں داخل نہیں اور جو تبرا بازی نہیں کرتے وہ اگرچہ اہل سنت میں داخل ہیں لیکن اہل جماعت میں سے نہیں، اس لئے کہ اہل سنت والجماعت کا ثبوت: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين سے ہے اور غیر مقلدین سنۃ الخلفاء الراشدین کو مانتے ہی نہیں، اس لئے اہل جماعت میں سے نہیں۔

خلاصہ بحث

اس ساری بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۳، ۲۵ اور ۲۷ رمضان کو تراویح پڑھائی، حضرت ابن عباس وحضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعات پڑھائی ہیں، اگر مان لیں کہ یہ روایتیں ضعیف ہیں پھر بھی ہمارے لئے مضر نہیں کیونکہ بیس رکعات کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول کے متعلق ماقبل اصول میں گزر چکا ہے کہ ضعیف حدیث کو بھی اگر تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ صحیح لغیرہ کے درجے میں ہوتی ہے۔

"قد يحكم للحديث بالصحة إذا تلقاه الناس بالقبول وإن لم يكن له إسناد صحيح، قال ابن عبد البر في "الاستذكار" لما حكى عن الترمذي "أن البخاري صحح حديث البحر: هو الطهور ماؤه الحل ميتته": وأهل الحديث لا يصححون مثل إسناده لكن الحديث عندي صحيح؛ لأن العلماء تلقوه بالقبول، قلت [الشيخ ظفر أحمد العثماني]: والقبول تارةً بالقول وتارةً بالعمل عليه؛ ولذا قال محقق [الحافظ ابن حجر] في الفتح: وقول الترمذي: العمل عليه عند أهل العلم يقتضي قوة أصله، وإن ضعف خصوص هذا الطريق"(١).

---

(١) إعلاء السنن، الفصل الثاني في بيان ما يتعلق بالتصحيح والتحسين: ١٩/٦٨، إدارة القرآن.

تراویح غیر مقلدین کے مذہب میں

علامہ صادق سیالکوٹی صاحب فرماتے ہیں: ''یہ بات مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پاک تو آٹھ رکعات تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا سنت نہیں بلکہ نافلہ عبادت ہے''(۱)۔

علامہ عبدالستار دہلوی فرماتے ہیں: ''رہا بیس رکعات کو سنت عمری او ربدعت عمری کہنا اصلاً غلط اور ناقابل مسموع ہے، پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ بیس رکعات نہ ہی فعل عمر سے صادر ہوئیں اور نہ ہی قول عمر سے، پھر زبردستی عمر کے متھے تھوپنا، کیا انصاف کے مراحل سے دور نہیں اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں''(۲)۔

خدا جانے کس مقصد کے پیشِ نظر یہ حضرات ایک بدیہی مسئلے کا انکار کر رہے ہیں۔ ائمہ مجتہدین ومحدثین سب اس پر متفق ہیں کہ تراویح بیس رکعات ہیں اور اسے اجماع بھی قرار دیا۔لیکن پھر بھی ''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگائی ہے۔ اگر آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا نافلہ عبادت ہے تو اس میں تحدید کیوں؟ نفل میں کوئی قید نہیں، جتنے نوافل پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔لیکن پھر بھی محدثین بیس سے زیادہ کو پسند نہیں کرتے، جیسا کہ علامہ ابن قدامہ کے حوالے سے گزر چکا۔امام شافعی اہلِ مدینہ کے علاوہ کو بھی اجازت نہیں دیتے کہ وہ بیس سے زیادہ پڑھیں، اگر یہ واقعتاً نوافل ہوتے تو پھر ان میں یہ تخصیص کیوں؟ اور محققین کے اجماع کا کیا معنیٰ؟

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (صلوٰۃ الرسول: ۳۸۵، نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور)۔

(۲) (فتاوی ستاریہ: ۲/۱۹)۔

غیر مقلدین کے دلائل

عن أبی سلمة بن عبدالرحمن أنه أخبره أنه سأل عائشة كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فی رمضان؟ فقالت : ما كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يزيد فی رمضان ولا فی غيره على إحدى عشرة ركعة، يصلی أربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلی أربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلی ثلاثاً، قالت عائشة: فقلت: يارسول الله! أتنام قبل أن توتر؟ فقال: ياعائشة ! إن عينی تنامان ولا ينام قلبی"(١).

''حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز کے بارے میں دریافت کیا، تو حضرت عائشہ نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اول چار رکعات پڑھتے ان کی عمدگی اور طوالت کیا خوب تھی، پھر چار رکعات اسی طرح پڑھتے، پھر تین رکعت پڑھتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے کہا یارسول اللہ! آپ وتر ادا کرنے سے قبل سوتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا: میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے''۔

اس روایت سے تعداد رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں کہ اس میں گیارہ رکعات کا تذکرہ ہے، ان میں سے آٹھ تراویح اور تین وتر ہیں۔

جواب: روایت میں لفظ "کیف" ہے اور کیف سوال عن العدد کے لئے نہیں آتا، بلکہ کیف سے کیفیت شیء میں سوال کیا جاتا ہے، تعداد کے لئے "کم" سے سوال کیا جاتا ہے، اسی لئے حضرت عائشہ نے جواباً کیفیت ہی کا بیان فرمایا: "فلا تسئل عن حسنهن وطولهن" جب سوال تعداد رکعات کے بارے میں نص نہیں تو

(١) الصحيح للبخاری، كتاب التهجد، باب قيام النبی صلى الله تعالى عليه وسلم بالليل فی رمضان: ١/١٥٤).

جواب کو کس طرح تعداد رکعات پر نص بتایا جارہا ہے؟

۲- ائمہ حضرات میں سے کسی نے بھی تراویح کے اثبات کے سلسلے میں اس روایت سے استدلال نہیں کیا اگر یہ روایت تراویح کے متعلق ہوتی تو کوئی نہ کوئی امام اس سے استدلال کرتا، اس سے استدلال نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت تراویح کے متعلق نہیں، چہ جائیکہ اس سے تعداد رکعات تراویح پر استدلال کیا جائے؟ عجیب بات یہ ہے کہ آپ کے امام داؤد ظاہری بھی اس سلسلے میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں! اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت اور اس طرح کی دیگر روایات آٹھ رکعات تراویح کے متعلق ہوتیں تو کوئی امام و مجتہد اس طرف اشارہ تو کرتے

لکن التالی باطل فالمقدم مثله فی البطلان.

۳- مذکورہ روایت تہجد سے متعلق ہے اور تہجد و تراویح میں فرق ہے، دونوں ایک نہیں۔ اگر تہجد و تراویح دونوں ایک ہوں تو محدثین ان کے بارے میں مستقل ابواب قائم نہ کرتے، جب کہ محدثین نے تہجد کو الگ باب میں بیان کیا اور تراویح کے لئے مستقل باب قائم کیا اور یہ روایت تہجد کے متعلق ہے جیسا کہ روایت کے سیاق وسباق اور طرق سے واضح ہے۔

اشکال: کہتے ہیں کہ اگر چہ محدثین نے تہجد وتراویح دونوں کو الگ الگ ابواب میں ذکر کیا ہے، لیکن امام بخاری نے مذکورہ روایت کو تہجد کے باب میں بھی ذکر کیا اور تراویح کے باب میں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کی طرح تراویح کی تعداد بھی آٹھ ہے۔

جواب: امام بخاری اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جس طرح تہجد غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے، اسی طرح تراویح کے ہوتے ہوئے رمضان میں بھی پڑھی جائے گی۔

اگر آپ کی بات تسلیم کرلیں کہ تعداد رکعات کی طرف اشارہ ہے تو تہجد کی رکعات صرف آٹھ نہیں بلکہ تیرہ بھی ہیں۔ جب کہ آپ گیارہ اور تیرہ رکعات تراویح کے قائل نہیں تو صرف تہجد کی خاص تعداد پر تراویح کی تعداد کا قیاس بعید از قیاس ہے۔

مذکورہ روایت سے وتر کی تعداد تین رکعات معلوم ہوتی ہیں، جب کہ آپ ایک کے قائل ہیں، اس کو آپ تسلیم کیوں نہیں کرتے؟

اگر کہا جائے کہ دس رکعات تراویح، ایک رکعت وتر یا پانچ رکعات، سات، نو وتر باقی تراویح تو آپ

کس طرح حل کریں گے؟

حاصل یہی ہے کہ مذکورہ روایت کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تہجد کے بارے میں ہے اور تراویح و تہجد الگ الگ ہیں، اس لئے کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور تہجد اکیلے میں پڑھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وسميت الصلوة في الجماعة في ليالي رمضان بالتراويح" (۱)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "يصلي أربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن"۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار رکعات پڑھتے تھے اور ظاہر ہے کہ چار رکعت ایک ہی سلام سے پڑھتے ہیں اور تراویح میں ہر دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ، چار رکعتیں دو سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہو کہ یہ روایت تراویح کے متعلق نہیں بلکہ تہجد کے بارے میں ہے۔ نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ تراویح و تہجد الگ الگ ہیں۔

حضرت عائشہ سے سوال کیا جارہا ہے: "كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟" گھر کی نماز کے بارے میں سوال ہے، جواب دیا: "يصلي اربعاً"۔ اکیلی نماز کا ذکر کیا۔ صلوۃ مع الجماعۃ کا تذکرہ نہیں کہ تراویح قرار دیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام دنوں میں تہجد پڑھتے تھے، سائل کو شبہ ہوا کہ جس طرح عام دنوں میں پڑھتے تھے رمضان میں بھی وہی کیفیت ہے یا اس میں تبدیلی آتی ہے۔ حضرت عائشہ نے ماسيق الكلام لأجله ۔ وهي الكيفية ۔ کے لحاظ سے جواب دیا: يصلي أربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن. عبارۃ النص میں کیفیت کو بیان کیا، اگرچہ اشارۃ النص کے طور پر عدد کا تذکرہ بھی کیا۔ جب سائل کا سوال کیفیت کے بارے میں ہے تو اگر اسے کمیت (تعداد رکعات) کے بارے میں قرار دیں تو سوال اور جواب میں مطابقت نہیں رہے گی، لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ حضرت عائشہ رمضان میں کیفیت تہجد نبوی کو بیان فرمارہی ہیں۔

محمد بن نصر المروزی نے "مختصر قیام اللیل" تراویح اور وتر کے متعلق لکھی اس میں باب قائم کیا: باب عدد الركعات التي يقوم بها الإمام للناس في رمضان. اس میں ۲۳، ۲۵، ۲۷، رکعات کو تو ذکر کیا لیکن اس روایت کو ذکر نہیں کیا (۲)۔ معلوم ہوا کہ عدد رکعات تراویح سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ہے ہی تہجد کے بارے میں۔

---

(۱) فتح الباری، کتاب صلاة التراويح: ۳۱۴/۴، قديمي).

(۲) مختصر قيام الليل، باب عدد الركعات التي يقوم بها الإمام للناس، عالم الكتب، بيروت).

اگر حضرت عائشہ تعداد رکعات تراویح آٹھ بیان کرتیں تو جب حضرت عمر کے زمانے میں صحابہ کرام مسجد نبوی میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے تو ضرور اس پر نکیر فرماتیں۔ اور حضرت عائشہ کا غلط سائل پر نکیر کرنا مشہور ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے بیس رکعات پڑھنے پر اماں عائشہ کا نکیر نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ روایت تراویح کے متعلق نہیں۔ اگر مذکورہ روایت تعداد رکعات تراویح کے بارے میں نص ہوتی تو نکیر پائی جاتی اور صحابہ کا اتفاق بیس رکعات پر نہ ہوتا لكن التالي باطل فالمقدم مثله.

روایت میں چار چار رکعت کا تذکرہ ہے، آپ دو دو رکعت پڑھتے ہیں، یہ واقعہ گھر کا ہے آپ مسجد میں پڑھتے ہیں، روایت میں اکیلے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے آپ مع الجماعۃ پڑھتے ہیں، آپ کے دعویٰ اور دلیل میں کتنا فرق ہے۔ فكيف يثبت به مدعاكم؟

نیز بعض طرق میں نماز پڑھنے کے بعد سونے اور پھر اٹھ کر وتر پڑھنے کا ذکر بھی ہے، اور آپ بھی اس پر عمل پیرا نہیں۔ جو آپ کا دعویٰ ہے حدیث اس پر دال نہیں، اور حدیث جس پر دال آپ کا دعویٰ اس سے مختلف ہے۔

اگر تراویح و تہجد ایک ہی ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا تہجد کی آٹھ ہی رکعات ہیں؟ اس کے قائل آپ بھی نہیں تو پھر بارہ، تیرہ رکعات کے بارے میں کیا کہیں گے؟ تیرہ میں سے تین وتر نکال دیں تو دس رکعت تہجد۔ آٹھ تو نہیں۔ الغرض تراویح اور تہجد کو ایک قرار دینے سے بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تہجد کے متعلق مختلف روایات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "والصواب أن كل شيء ذكرته من ذلك محمول على أوقات متعددة وأحوال مختلفة"(۱).

علامہ قرطبی رحمہ اللہ حضرت عائشہ سے مروی مختلف روایات کے متعلق فرماتے ہیں: "أشكلت روايات عائشة على كثير من أهل العلم حتى نسب بعضهم حديثها إلى الاضطراب"(۲).

تہجد کے متعلق حضرت عائشہ سے مروی روایات میں اختلاف کی بناء پر بعض حضرات نے انہیں مضطرب کہا اور حدیث مضطرب کیسے مستدل ہو سکتی ہے؟ چہ جائیکہ اسے تعداد رکعات تراویح کے بارے میں نص کہا جائے۔

تہجد و تراویح میں فرق اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ تہجد کی مشروعیت مکہ میں ہوئی اور تراویح کی مشروعیت

---

(۱) فتح الباري، كتاب التهجد، باب كيف صلاة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۳/۲۶، قديمي)

(۲) فتح الباري، كتاب التهجد، باب كيف صلاة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۳/۲۶، قديمي)

مدینہ میں، تو دونوں ایک کیسے؟ تہجد کی رکعات مع الوتر زیادہ سے زیادہ تیرہ اور گیارہ ہیں، برخلاف تراویح کے کہ اس کی تعداد رکعات کا صحیح حدیث سے کوئی ثبوت نہیں۔

تہجد اور تراویح آپ کے ہاں ایک ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے تو آپ کو بھی چاہیے کہ رمضان اور غیر رمضان دونوں میں تراویح پڑھا کریں، جب کہ آپ اس کے قائل نہیں۔

حضرت عائشہ سے ایک روایت ہے: "إذا دخل شهر رمضان شد مئزره ثم لم يأت فراشه"(۱).

نیز "إذا دخل شهر رمضان كثرت صلوة"(۲).

جب رمضان کا مہینہ آتا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے تہہ بند کو باندھ لیتے یعنی خوب تیاری کرتے اور بستر پر نہیں آتے اور جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ کی نماز زیادہ ہوجاتی۔ "کثر" کا استعمال کمیات اور عدد میں ہوتا ہے کیفیات میں نہیں، روایت میں تو یہ ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اگر تہجد و تراویح ایک ہی چیز ہو تو رمضان اور غیر رمضان میں تعداد ایک ہی ہوگی پھر "کثر" کا کیا مطلب؟

تہجد اور تراویح کے درمیان فرق "مسلم" کی حدیث میں صراحتاً مذکور ہے:

"عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي في رمضان، فجئت فقمت إلى جنبه، وجاء رجل فقام أيضاً حتى كنا رهطاً، فلما أحس النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنا خلفه جعل يتجوز في الصلوة ثم دخل رحله فصلى صلوةً لا يصليها عندنا، قال: قلنا له حين أصبحنا: أفطنت الليلة؟ قال: فقال: نعم ذلك الذي حملني على الذي صنعت"(۳).

"حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رمضان میں رات کو نماز پڑھا کرتے تھے، میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس آکھڑا ہوا اور نماز پڑھنے لگا، ایک اور شخص بھی شریک ہوگیا، آہستہ آہستہ ایک جماعت بن گئی، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو میری موجودگی

۱- شعب الإيمان للبيهقي، باب في الصيام، فضائل شهر رمضان: ۳/ ۳۱۰، دار الكتب العلمية.

۲- أيضاً.

۳- الصحيح لمسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن الوصال: ۱/ ۳۵۲، قديمي.

کا احساس ہوا تو نماز میں تخفیف کی، پھر اپنے خیمے میں داخل ہوئے اور ایسی نماز شروع کی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی؟ حضرت انس فرماتے ہیں: صبح کے وقت ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: رات کو آپ نے ہماری موجودگی کا احساس کیا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں، اسی بات نے تو مجھے ایسا کرنے (نماز میں تخفیف اور الگ جا کر نماز پڑھنے) پر مجبور کیا"۔

پہلے تراویح پڑھ رہے تھے پھر گھر میں جا کر تہجد پڑھی ہمارا استدلال "جعل يتجوز في الصلوة" اور "فصلى صلوة لايصليها عندنا" سے ہے۔

معرفہ ونکرہ کے اعادے کی صورتیں

۱-نکرہ کا اعادہ نکرہ سے کیا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے۔

۲-معرفہ کا اعادہ معرفہ سے کیا جائے تو ثانی عین اول ہوتا ہے۔

۳-نکرہ کا اعادہ معرفہ سے کیا جائے تو ثانی عین اول ہوتا ہے جیسا ﴿كما أرسلنا إلى فرعون رسولا فعصى فرعون الرسول﴾ یہاں رسول سے مراد حضرت موسیٰ ہی ہیں۔

۴-معرفہ کا اعادہ نکرہ سے کیا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے جیسا کہ ﴿وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو﴾، ﴿تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض﴾ اسی طرح روایت میں "جعل يتجوز في الصلوة" الصلوة معرفہ ہے فصلى صلوة معرفہ کا اعادہ نکرہ سے ہوا۔ قاعدے کے مطابق ثانی غیر اول ہوگا یعنی پہلی نماز الگ اور دوسری الگ ہے۔ پہلی تراویح جب کہ دوسری تہجد ہے۔

اگر کوئی کہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں تو صرف یہ کہنے سے اس کی جان نہیں چھوٹے گی بلکہ ماہر فن کا استثناء کرنا ضروری ہے کہ اس نے اس چیز کا استثناء کیا ہو، جیسا کہ نحوی قاعدہ ہے "كل فاعل مرفوع وكل مفعول منصوب" یہ قاعدہ کلی ہے لیکن اگر کسی ماہر فن نے اس قاعدے سے چند مثالوں کا استثناء کیا ہو تو اس کو مان لیا جائے گا، اسی طرح انسان کے لئے دو موت اور دو حیات ہیں لیکن اللہ رب العزت نے حضرت عزیر اور بستی والے لوگوں کا استثناء کیا ہے اسے تسلیم کیا جائے گا۔

امام بخاری نے "باب قيام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالليل في رمضان" کا باب قائم کیا(۱)۔

---

(۱) (الصحيح للبخاري، كتاب التهجد: ۱/۱۵۴، قديمي).

قیام اللیل اعم مطلق ہے، اس کا اطلاق نوافل، عشاء کی نماز، تراویح اور تہجد سب پر ہوتا ہے۔ قیام اللیل بول کر تراویح مراد لینا کون سی دلالت ہے؟ دلالت مطابقی، تضمنی یا التزامی؟ انسان کی دلالت حیوان ناطق پر دلالت مطابقی ہے یعنی انسان بول کر اس کا مدلول مطابقی "زید" مراد لینا درست نہیں، اس لئے کہ انسان بغیر حیوان ناطق کے نہیں پایا جاتا اور حیوان ناطق بغیر انسان کے نہیں پایا جاتا، اگر زید انسان کا مدلول مطابقی ہوتو انسان بغیر زید کے نہ پایا جاتا لکن التالی باطل فالمقدم مثلہ انسان بغیر زید کے بھی پایا جاتا ہے عمر، بکر وغیرہ معلوم ہوا کہ زید انسان کا مدلول مطابقی نہیں۔

اگر زید کو انسان کا مدلول تضمنی قرار دیا جائے تو پھر بھی یہ دلالت درست نہیں، کیونکہ انسان کا مدلول تضمنی تو حیوان یا ناطق ہے کہ انسان بغیر حیوانیت کے نہیں پایا جاتا، اسی طرح بغیر ناطقیت کے بھی نہیں پایا جاتا۔ اگر زید انسان کا مدلول تضمنی ہوتا تو انسان بغیر زید کے نہ پایا جاتا لیکن معاملہ اس کے خلاف ہے، معلوم ہوا کہ زید انسان کا مدلول تضمنی بھی نہیں۔

زید کو مدلول التزامی قرار دینا بھی درست نہیں، اس لئے کہ اگر زید انسان کا مدلول التزامی ہوتو پھر جب بھی انسان کا اطلاق کیا جاتا زید التزاما مذکور ہوتا حالانکہ اس طرح نہیں ہوتا، یہ دلیل ہے کہ زید انسان کا مدلول التزامی بھی نہیں، کیونکہ زید خاص جب کہ انسان عام ہے اور عام کی دلالت خاص پر تینوں دلالتوں میں سے کسی طرح بھی نہیں۔

اسی طرح قیام اللیل عام اور تراویح خاص تو عام کی دلالت خاص پر کس طرح آپ ثابت کرتے ہیں؟

اسی طرح "بخاری" میں یہ روایت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد گھر میں پڑھتے تھے(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تین راتوں میں جو نماز پڑھائی وہ تراویح تھی کیونکہ بجائے گھر کے مسجد میں ادا کی تھی، نیز اس کی رکعات کی تعداد بھی معلوم نہیں جب کہ تہجد کی رکعات اگرچہ مختلف سہی لیکن معلوم ہیں۔

امام بخاری کا اپنا معمول

کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اشارہ کیا کہ تہجد اور تراویح ایک ہی چیز ہے، لیکن خود امام بخاری کا عمل ان کی تردید کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام بخاری کا عمل نقل کرتے ہیں: "كان محمد بن إسمعيل البخاري إذا كان أول ليلة من شهر رمضان يجتمع إليه أصحابه، فيصلي بهم ويقرأ في كل ركعة عشرين آية،

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب إذا كان بين الإمام وبين القوم حائط: ۱/۱۰۱۔

وکذلك إلى أن يختم القرآن، وكان يقرأ في السحر مابين النصف إلى الثلث من القرآن، فيختم عند السحر في كل ثلاث"(۱).

امام بخاری پہلے تراویح پڑھاتے تھے "فیصلی بهم" اس کے علاوہ حضرت کا اپنا معمول تہجد گزاری کا الگ تھا جسے "وكان يقرأ في السحر" سے مستقلاً بیان کیا معلوم ہوا کہ تراویح وتہجد دونوں الگ الگ ہیں۔

آپ کے ہاں تراویح وتہجد ایک ہی ہیں تو تہجد سنت مؤکدہ نہیں، اسکا تارک آپ کے ہاں بھی اور ہمارے ہاں بھی گناہ گار نہیں، پھر تراویح کے بارے میں کہہ دیں کہ اسکا تارک گناہ گار نہیں۔

تہجد میں جماعت نہیں ہوتی، اگر کوئی کہے کہ میں تراویح منفرداً پڑھوں گا اور تہجد میں جماعت کراؤں گا تو آپ اس کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ کیونکہ تراویح وتہجد آپ کے ہاں ایک ہیں۔

آپ کے شیخ الکل فی الکل مولانا نذیر حسین دہلوی کی رائے یہ ہے کہ تہجد وتراویح دونوں الگ الگ ہیں۔ اسی طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری کی بھی یہی رائے ہے، تراویح کے متعلق فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی عدد مروی نہیں۔ جب دونوں ایک ہیں تو کہہ دیں کہ تہجد کی رکعات کے بارے میں بھی علم نہیں۔

دوسری دلیل:

"حدثنا محمد بن حميد الرازي، قال حدثنا يعقوب بن عبدالله، قال حدثنا عيسى بن جارية، عن جابر قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان ليلة ثماني ركعات والوتر، فلما كان من القابلة اجتمعنا في المسجد، ورجونا أن يخرج إلينا، فلم نزل فيه حتى أصبحنا، قال: إني كرهت وخشيت أن يكتب عليكم"(۲).

اس روایت میں "ثماني ركعات" کا ذکر ہے، اس سے آٹھ رکعات تراویح پر استدلال کرتے ہیں۔

جواب: مذکورہ روایت سنداً درست نہیں، اس سے استدلال کرنا درست نہیں، کیوں کہ اس کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ ہیں۔ ابن معین ان کے متعلق فرماتے ہیں: "إن عيسى بن جارية ليس بذلك(۳). أي بالقوي

---

(۱) (هدى الساري مقدمه فتح الباري، ذكر سيرته وشمائله وزهده: ٦٦٦، قديمي).

(۲) (قيام الليل للمروزي، باب صلوة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جماعة ليلاً تطوعاً في شهر رمضان: ٩٤)

(۳) (تهذيب التهذيب: ٨/٢٠٧، دار صادر).

ونیس بمقام یلا خدمته حدیثه، اسی طرح محدثین فرماتے ہیں:" عیسی بن جاریه عنده مناکیر" عیسی بن جاریہ کے پاس منکر روایات کا خزانہ ہے۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں:" عیسی بن جاریة هو منکر الحدیث"(۱).

اعتراض: کہتے ہیں کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم نے عیسی بن جاریہ کے متعلق فرمایا"لا باس به" لہذا ان کی روایت قابل استدلال ہے۔

جواب: ابتداء اصول میں گزرا"التصحیح والتضعیف لُمورٌ ظنیة" أی: صحیحٌ عند قوم وضعیفٌ عند الاخرین اسی طرح التوثیق والتجریح أمور ظنیّةٌ: عادلٌ عند قوم ومجروح عندا لاخرین".

جرح وتعدیل کے معاملے میں ائمہ جرح وتعدیل میں سے ان حضرات کے قول کو لیا جائے گا جو متوسطین ہیں، ورنہ تو ہر راوی کے متعلق جرح وتعدیل دونوں مل جائیں گی۔یہی ابوزرعہ امام بخاری کے متعلق فرماتے ہیں: ان کان هذا شیخ الإسلام فسلام لهذا الإسلام حالانکہ یہاں آپ بھی ابوزرعہ کی جرح کو رد کرتے ہیں،لہذا جرح و تعدیل کے ضابطے کے پیش نظر اکثر ائمہ کی رائے عیسی بن جاریہ کے متعلق یہی ہے کہ ان کی روایات معتبر نہیں تو ان کے مقابلے میں ابوزرعہ وابوحاتم کی توثیق کو نہیں لیا جائے گا۔

فائدہ: عام طور پر مشہور ہے"الجرح مقدم علی التعدیل" جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے،یہ اس وقت ہے جب جرح مفسر ہو،اگر جرح مبہم اور تعدیل مبہم دونوں ہوں یا جرح مطلق اور تعدیل مطلق ہو تو اس صورت میں تعدیل مبہم یا تعدیل مطلق مقدم ہوگی،اس لئے کہ اصل تعدیل ہے۔عیسی بن جاریہ کے متعلق جرح مبہم نہیں بلکہ جرح مفسر ہے کیونکہ ان کی روایات کے نا قابل اعتبار ہونے کی وجہ بیان کی گئی"عنده مناکیر" اس سے بڑھ کر اور کون سی جرح مفسر ہوسکتی ہے؟ اور اس جرح مفسر کے مقابلے میں ابوحاتم وابوزرعہ کی تعدیل مبہم ہے،لہذا جرح مفسر کو تعدیل مبہم پر ترجیح دی جائے گی۔

علامہ مبارک پوری"الدار المنن" میں فرماتے ہیں:منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق به لترك(۲) "الترك" میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے:أی ترك الحدیث. منکر الحدیث ہونا راوی میں ایسا وصف ہے جو ترک حدیث کا سبب ہے،اس کے ہوتے ہوئے اس آدمی سے حدیث نہیں لی جائے گی۔

---

(۱)تهذیب التهذیب: ۲۰۷/۸، وتهذیب الکمال: ۵۸۸/۲۲-۵۹۰، مؤسسة الرسالة.

(۲)(تم أسعد).

عیسی بن جاریہ کے علاوہ سند میں محمد بن حمید الرازی بھی موجود ہیں، ''التقریب'' میں ان کے متعلق ہے: "حافظ ضعیف"(۱)۔ ''تہذیب التہذیب میں ہے:"وقال یعقوب بن شیبۃ: محمد بن حمید کثیر المناکیر، وقال البخاری: فی حدیثہ نظر، وقال النسائی: لیس بثقۃ، وقال الجوزجانی: ردی المذھب غیر ثقۃ"(۲)۔

ان کے علاوہ بعض حضرات نے یعقوب بن عبداللہ پر بھی کلام کیا ہے، لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں۔

علاوہ ازیں تراویح کے بیس رکعات ہونے پر اجماع ہے اور الاجماع یفید القطعیۃ جب کہ اگر اس حدیث کو قابل استدلال مان لیں تب بھی یہ خبر واحد ہے اور "وخبر الواحد وإن کان ثابتاً لایفید القطع "خبر واحد ثابت ہو تب بھی وہ قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی اور یہ حدیث تو ثابت نہیں اور صحیح بھی نہیں، لہٰذا اجماع کے خلاف اس سے استدلال درست نہیں۔

محمد بن حمید الرازی کی سند سے ہی حضرت ابی بن کعب کی روایت پیش کرتے ہیں جس میں حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں: میں نے آٹھ رکعات پڑھائیں اور عورتوں نے بھی آٹھ رکعات پڑھیں، یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی معلوم ہوا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

جواب: اس کی سند میں بھی محمد بن حمید الرازی اور عیسی بن جاریہ ہیں، اس سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں۔

تیسری دلیل

"مالک، عن محمد بن یوسف، عن السائب بن یزید أنہ قال: أمر عمر بن الخطاب أبی بن کعب وتمیما الداری أن یقوما للناس بإحدی عشرۃ رکعۃ"(۳)۔

کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے قول سے بیس رکعت ثابت کرنا درست نہیں بلکہ انہوں نے گیارہ رکعتوں کا حکم دیا تھا جن میں آٹھ تراویح اور تین وتر ہیں۔

---

(۱) (التقریب: ۲۳۳/۳، مؤسسۃ الرسالۃ)۔

(۲) (تہذیب التہذیب: ۱۲۹/۹، دار صادر)۔

(۳) (موطا إمام مالک، باب ماجاء فی قیام رمضان: ۹۸، میر محمد)۔

جواب: مذکورہ روایت میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے جس کی بناء پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اضطراب کی تفصیل کچھ اس طرح ہے(۱):

محمد بن یوسف سے اس روایت کو پانچ حضرات نقل کرتے ہیں:

۱- امام مالک جیسا کہ مذکورہ روایت ہے اس میں صرف یہ ہے کہ گیارہ رکعت کا حکم دیا تھا، لیکن حضرت عمر کی شرکت کے بارے میں یہ روایت ساکت ہے کہ خود وہ شریک تھے یا نہیں؟

۲- یحیی بن قطان محمد بن یوسف سے نقل کرنے والے دوسرے شاگرد ہیں فرماتے ہیں: حضرت عمر نے لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری پر جمع کیا۔ حضرت عمر کے فعل کا ذکر نہیں کیا۔

۳- تیسرے شاگرد عبدالعزیز بن محمد ہیں جو نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ اس میں کوئی تذکرہ نہیں یہ گیارہ رکعات حضرت عمر کے حکم سے تھیں یا از خود گیارہ پڑھتے تھے۔

۴- چوتھے شاگرد ابن اسحق ہیں جو نقل کرتے ہیں: "ہم تیرہ رکعات پڑھتے تھے" یہ تیرہ رکعات از خود پڑھتے تھے یا حضرت عمر کے حکم سے تھیں، اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔

۵- پانچویں شاگرد عبدالرزاق ہیں جو اکیس رکعات نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اکیس رکعات کا حکم دیا تھا۔

مذکورہ روایات میں اتنا اضطراب ہے تو اس اضطراب کے ہوتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: ۲- ایک عام سا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں مختلف روایات ہیں گیارہ رکعات، تیرہ رکعات، اکیس رکعات، تئیس رکعات اور "العدد الأقل لاينافي العدد الأكثر" عدد اقل سے عدد اکثر کی نفی نہیں ہوتی اور احتیاط عدد اکثر میں ہے۔ تئیس رکعات میں گیارہ رکعات موجود ہیں لیکن گیارہ میں تئیس موجود نہیں اور عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے، لہٰذا تراویح کو بیس رکعات پڑھنا ہی احتیاط اور موافق اجماع ہے۔

جواب: ۳- محمد بن یوسف کے ہم درس یزید بن خصیفہ ہیں، بیہقی کے حوالے سے ان کی روایت گزری جس میں عشرين ركعة آیا ہے۔ پہلے تو محمد بن یوسف کے شاگردوں میں اختلاف اب تو ہم درس بھی اختلاف کر رہے ہیں۔

---

(۱) حبر المصابيح في عدد التراويح: ۲۲-۲۳، مير محمد).

اعتراض: کہتے ہیں حضرت عمر نے بیس رکعات کا حکم تو دیا تھا لیکن خود شرکت نہیں کی۔

جواب: بیس رکعات کا حکم دینا ہدایت ہے یا بدعت وضلالت؟ اگر ہدایت ہے تو کم از کم جواس پر عمل پیرا ہونا چاہے اسے عمل کرنے دیں اور اگر بدعت وضلالت ہو تو پھر (نعوذ باللہ) آپ حضرت عمر کے متعلق کیا کہیں گے؟

اعتـــــراض: کبھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے بیس رکعات کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ لوگوں نے از خود بیس رکعات پڑھنی شروع کی تھیں۔

جواب: عقل سے بعید ہے کہ پورے مہینے مسجد میں ایک بڑی جماعت دیر تک بیس تراویح ادا کرے اور خلیفہ وقت کو علم تک نہ ہو۔ نیز حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد نبوی سے متصل ہے وہ بھی اسی سے بے خبر هذا امر عجیبٌ.

فوائد متفرقہ

تراویح کے مسئلے میں اگرچہ حنفیہ مدعی اور غیر مقلدین مدعا علیہ نافی اور سائل ہیں لیکن اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ غیر مقلدین کو مدعی بنایا جائے، اس طرح کہ ان سے کہا جائے بیس رکعات تراویح قرآن وسنت کے موافق ہیں یا قرآن وحدیث کے خلاف؟ اگر موافق ہیں تو مناظرے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر آپ انہیں خلاف قرآن وسنت کہیں جوکہ آپ کا دعوی ہے تو آپ مدعی اور ہم مدعا علیہ نافی اور سائل ہیں۔

قرآن وسنت کی مخالفت اس وقت ہوگی جب آپ حدیث صحیح، متصل السند، غیر معلل، غیر شاذ سے تراویح کی تعداد آٹھ رکعات ثابت کریں اور جب آپ اسے ثابت ہی نہیں کر سکتے اور نہ ہی صحیح تعداد ثابت ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن اس بات کے قائل ہیں کہ تراویح کے سلسلے میں کوئی عدد معین منقول نہیں اور صحابہ نے ایک تعداد پر اجماع کرلیا ہے تو قرآن وسنت کے خلاف کیسے؟

کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی نماز کو تراویح کہا ہے؟ اگر کہا ہے تو اسے دکھائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس لفظ کا اطلاق ثابت نہیں، جب کہ آپ کی کتابوں میں بھی بکثرت یہ لفظ موجود ہے اور یقیناً آپ اسے صحابہ کرام سے منقول ہونے کی وجہ سے لیتے ہیں، تو اسی طرح صحابہ کرام سے تعداد رکعات کے متعلق واقع اجماع کو بھی لے لیں۔

☆......☆......☆......☆